نہایت عمدہ منظوم ترجمہ کیا۔ اگرچہ فیض احمد فیض نے بھی پیام مشرق کا منظوم ترجمہ کیا مگر ناقدینِ فن نے سلیم صاحب کے ترجمے کو پسند کیا۔

"آموز گار فارسی" فارسی زبان کی تدریسی ضرورت کے تحت تصنیف کی گئی اور پہلی بار ۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب خانۂ فرہنگ ایران حیدرآباد سندھ اور جامعۂ کراچی کے شعبہ اردو کے نصاب میں شامل ہے۔ ان جامعات کے علاوہ بھی جہاں جہاں فارسی زبان کی تعلیم دی جاتی ہے وہاں وہاں اس کی ضرورت کو ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں، ان کی مُرتبہ فارسی زبان کی کچھ اور کتابیں بھی ہیں جن میں "کتابِ اوّل فارسی"، "کتابِ دوم فارسی"، "ارمغانِ فارسی"، "دبستانِ فارسی" اور "خزینۂ دانش" قابلِ ذکر ہیں۔

بہ حیثیتِ مجموعی، کتاب، "حضور احمد سلیم ایک مطالعہ"، تحقیق کے لوازم و مراحل کی ادائی سے لے کر مرحلۂ تصنیف تک عمدہ کاوش ہے اور سراہے جانے کے لائق ہے۔ اردو ادب میں اس با معنی اضافے کے لیے مُصنّفہ، مقالۂ علمیّہ کے نگراں جناب عتیق احمد جیلانی، شعبۂ اردو جامعۂ سندھ اور ناشر کو مبارک باد پیش کی جاتی ہے۔

کتاب: تفہیم و تجزیہ
تالیف: ڈاکٹر رفیع الدّین ہاشمی
سنِ اشاعت: ۱۹۹۹ء
ناشر: پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت، ڈین کلیّۂ علومِ اسلامیہ و شرقیہ، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور
مُبصّر: رفیق احمد خاں

رفیع الدّین ہاشمی بہ حیثیت مُعلّم، مُحقّق، نقّاد اور ماہرِ اقبالیات، منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ علم و ادب سے وابستگی کو ایک عرصہ بیت چکا ہے۔ اس عرصے میں ان کی متعدّد مُصنّفات و مؤلّفات منظرِ عام پر آکر تحسین و تبریک سے سرفراز ہوچکی ہیں۔

زیرِ نظر تالیف ان کے دس متنوع منتخب مضامین پر مشتمل ہے۔ جن کے کوائف سے متعلق وہ رقم طراز ہیں کہ "ان میں سے بعض تو مختلف مذاکروں اور سیمی ناروں میں پیش کرنے کے لیے لکھے گئے اور چند ایک مدیرانِ جرائد کی فرمائش پر۔ دو مضامین (حیاتِ ظفر علی خاں کا ایک ورق اور اندلس کے سفر نامے) اِسی برس لکھے گئے اور ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔ پرانے

مضامین پر نظر ثانی کی گئی ہے اور اضافے بھی "۔ (حرفِ اوّل ص : ۹) مضامین درج ذیل ہیں:

۱۔ سر سیّد، شبلی اور مغرب
۲۔ حسرت موہانی کی شخصی عظمت
۳۔ حیاتِ ظفر علی خاں کا ایک ورق
۴۔ اردو میں ادبی تحقیق : ایک اجمالی جائزہ
۵۔ پاکستانی جامعات میں ادبی تحقیق
۶۔ بھارت میں ادبی اور لسانی تحقیق
۷۔ اردو میں سوانح نگاری
۸۔ اندلس کے سفر نامے
۹۔ پاکستان میں اقبالیاتی ادب (۱۹۴۷ء ۔ ۱۹۹۶ء)
۱۰۔ اَذانِ اقبالیات، کلیساؤں کے شہر میں (روداد)

مذکورۂ بالا عنوانات کو فاضل مؤلّف نے تین حصّوں میں ترتیب دیا ہے۔ پہلے تین عنوانات ایک حصّے میں: ۴، ۵، ۶ دوسرے: ۷، ۸، ۹ تیسرے اور ۱۰ چوتھے حصّے میں۔

پہلا مضمون جس کا عنوان " سر سیّد، شبلی اور مغرب " ہے ۔ ہمارے سامنے سر سیّد اور شبلی کی قومی فکر اور اس کی نوعیت، دونوں شخصیات کے باہمی تعلق اور مغرب سے رویّے کو، پیش کرتا ہے۔ تاریخی حقائق کے پیشِ نظر، فاضل مضمون نگار نے اس تعلّق اور رویّے کے ضمن میں درجِ ذیل نتائج اخذ کیے ہیں:

" سر سیّد تقلید کے زبردست مخالف اور اجتہاد کے داعی تھے مگر پیرویِ مغرب کے باب میں انھوں نے بالکل برعکس روش اپنائی اور سرتاپا مغرب کے مُقلّد ثابت ہوئے۔ شبلی نے ایسی اندھی تقلید سے اجتناب کیا ۔ " (ص : ۲۱) سر سیّد کی مغرب زدگی، انھیں (شبلی کو) اپنے رنگ میں رنگنے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ شبلی، سر سیّد کی دوسری انتہا پر نہیں گئے بلکہ اپنے توازنِ فکر کی بدولت، ایک معتدل ذہنی رویہ اختیار کر کے ایک علاحدہ راستہ نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ (ص : ۱۷)

باوجود نظریاتی اختلاف کے شبلی، سر سیّد کے احسان مند اور ان کی اعلا قابلیت کے

معترف تھے۔ سرسیّد کے انتقال پر شبلی کے یہ الفاظ " قومی عمارت کے ستون ہل گئے ۔۔۔ ہماری قوم کا شیرازہ بکھر گیا۔ میں کچھ دنوں تک کوئی کام نہیں کرسکتا"۔ (سرسیّد، شبلی اور مغرب ص: ۱۷) ان کے قلبی تعلّق اور گہری عقیدت کے آئینہ دار ہیں۔

حسرت موہانی کی شخصیت میں جہاں تضادات کی رنگا رنگی تھی وہاں اخلاص و نیک نیتی اور جرأت و بے باکی جیسے مجاہدانہ اوصاف کی یک رنگی بھی دیدنی تھی۔

دوسرے مضمون " حسرت موہانی کی شخصی عظمت " میں حسرت کی شخصیت کے دیدہ زیب نقوش ابھارے گئے ہیں اور مُتعدّد جہات کو نمایاں کیا گیا ہے، جس سے ان کے جذبۂ قومیّت و حُریّت، طرفگیِ طبع اور شاعرانہ عظمت کا پتا چلتا ہے۔ بہ حیثیت مجموعی انھوں نے نہ صرف اپنے عہد کو متاثر کیا بلکہ آنے والے زمانوں میں بھی ان کے دور رس اثرات دکھائی دیتے ہیں۔

مولانا ظفر علی خاں کثیر الجہات شخص تھے۔ " انھوں نے بہ یک وقت علمی و ادبی اور عسکری و انتظامی شعبوں میں اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ " (ص: ۳۳) زمانۂ قیام دکن (۱۸۹۶ء ۔ ۱۹۰۹ء)، مجلسِ وضعِ قوانین لجسلیٹو کونسل میں رجسٹرار تھے کہ ستمبر ۱۹۰۸ء میں حیدرآباد قیامت خیز سیلاب سے دوچار ہوا تو مولانا کو علاقہ افضل گنج کے لنگر خانے کا مہتمم مقرر کیا گیا، انھوں نے یہ ذمہ داری، کمالِ خوبی سے انجام دی۔ مولانا ظفر علی خاں کے سفرِ زندگی کا یہ اہم گوشہ ان سے متعلّق کتب میں واضح طور پر سامنے نہیں آیا۔ رفیع الدّین ہاشمی نے اس پہلو کو بہ عنوان " حیاتِ ظفر علی خاں کا ایک ورق " صراحتہً پیش کیا ہے۔

کتاب کے اس حصّے کی چاروں شخصیات، سرسیّد، شبلی، حسرت موہانی، اور ظفر علی خاں قومی و ملی شخصیات ہیں، ان کا مطالعہ جہاں فاضل مُصنّف کے قوم اور قومی و ملّی معاملات و شخصیات سے گہرے شغف اور ان کے وسیع مطالعے کو ظاہر کرتا ہے، وہاں تاریخِ اسلام اور رہ نمایانِ قوم سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے لائقِ فکر اور باعثِ تسکینِ خاطر ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ بھی تین مضامین پر مشتمل ہے اور تینوں کا تعلّق تحقیق اور تحقیقی پیش رفت سے ہے۔

" اردو میں ادبی تحقیق ایک اجمالی جائزہ " کے زیرِ عنوان حافظ محمود شیرانی، مولوی عبدالحق، مولوی محمّد شفیع، قاضی عبدالودود، مسعود حسن رضوی ادیب، مولانا امتیاز علی خاں عرشی، ڈاکٹر عندلیب شادانی، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر مختار الدّین احمد،

گیان چند، رشید حسن خاں، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار اور مشفق خواجہ کی تحقیقی کاوشوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مالک رام اور ڈاکٹر سیّد معین الرحمن کا ذکر بھی اسی ذیل میں آیا ہے۔

مذکورہ مضمون میں، اردو میں تحقیق کی ابتداء سے متعلّق، مختلف نظریات کی روشنی میں نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ جامعات میں ہونے والی تحقیق کے حوالے سے پاکستانی اور ہندوستانی جامعات کے تحقیقی کام کی تفصیلات درج کی گئی ہیں اور حسبِ ضرورت تنقیدی تجزیہ بھی کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں تحقیق سے متعلّق مسائل کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

"پاکستانی جامعات میں ادبی تحقیق" کے عنوان سے، پاکستانی جامعات میں دورانِ تحقیق، پیش آنے والے مسائل کو ذاتی مشاہدات و تجربات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی حصّے میں ان مسائل سے متعلّق تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں، جو رفتارِ تحقیق اور معیارِ تحقیق میں ممدّ و معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

ڈاکٹر عابد رضا بیدار، ڈائریکٹر، خدا بخش پبلک اورینٹل لائبریری پٹنہ، نے ادارہ تحقیقاتِ اردو، پٹنہ کے زیرِ اہتمام ایک نیا تحقیقی و علمی مجلّہ "معیارِ تحقیق" جاری کیا تھا۔ رفیع الدّین ہاشمی نے اس کے دوسرے شمارے کے جائزے کو بہ عنوان "بھارت میں ادبی اور لسانی تحقیق" شاملِ کتاب کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ادارۂ تحقیقات اردو، پٹنہ، نے قاضی عبدالودود کی یاد میں "اردو ریسرچ کانگریس" کی بنیاد ڈالی ہے جس میں ہر سال اردو کے تحقیقی مقالوں کے جائزے کا سلسلہ شروع کیا ہے، یہ جائزے نام ور محقّقوں، نقّادوں اور جامعات کے اساتذہ سے لکھواتے گئے۔ ازاں بعد مقالہ نگاروں سے ان جائزوں کے جوابات حاصل کیے گئے۔ فاضل مضمون نگار نے ان جائزوں اور دل چسپ جوابوں کی روشنی میں، مقالات کی قدر و قیمت کا تعیّن کیا ہے اور پاکستان میں ایسی ریسرچ کانگریس کی ضرورت کو شدّت سے محسوس کیا ہے۔ اردو زبان و ادب سے متعلّق پی ایچ ڈی کے پچپن تحقیقی مقالوں کو مذکورہ مجلّے کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ آخر میں مجموعی جائزوں کی صورت میں تین مضامین بھی بہ عنوان؛

(الف) اردو ناول پر لکھے جانے والے تحقیقی مقالے از ڈاکٹر ہارون ایوب۔

(ب) "سودا کے کلام پر تحقیق" از فرّخ جلالی۔

(ج) "یونی ورسٹیوں میں اردو تحقیق کی رفتار" از ڈاکٹر کلیم الحق قریشی، شاملِ مجلّہ ہیں۔

کتاب کے تیسرے حصّے کا پہلا مضمون " اردو میں سوانح نگاری " الطاف حسین حالی کی " حیاتِ جاوید " (۱۹۰۱ء) سے ضیاء الحسن فاروقی کی " شہیدِ جستجو " (۱۹۸۸) تک کے ستاسّی سالہ دور میں لکھی جانے والی نمایاں سوانح عمریوں کے تحقیقی و تنقیدی جائزے پر مبنی ہے۔ اس مضمون میں حالی اور شبلی کی قائم کردہ روایتوں کے تسلسل، پیروی و انحراف اور ترقّی معکوس صورتوں کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ اس کا معتدبہ حصّہ اقبال کی سوانحات سے متعلّق ہے۔ فاضل مضمون نگار نے سوانح نگاری کی تعریف، تاریخ اور اصول و قواعد کی تعیین میں اپنی گزارشات پیش کی ہیں اور اس کے محرّکات کی نشان دہی بھی کی ہے۔ علاوہ ازیں سوانح نگاری کے اہم مسئلے معروضی و غیر جانبدارانہ طرزِ تحقیق اور طرزِ نگارش پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ اس ضمن میں حالی و شبلی کی " کان کنی " اور " کری ٹیکل " روایتوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے اور ان کی جادہ پیمائی کی اہمیت کو ظاہر کیا ہے۔

اردو میں " اندلس کے سفر نامے " کے زیرِ عنوان فاضل مضمون نگار نے اردو میں اندلس کے نو باقاعدہ سفر ناموں کی نشان دہی کی ہے، جو درجِ ذیل ہیں:

۱۔ قندِ مغربی (۱۹۹۸ء) از محمّد عمر علی خاں
۲۔ سفر نامۂ اندلس (۱۹۲۷ء) از قاضی ولی محمّد
۳۔ اندلس میں اجنبی (۱۹۷۶ء) از مستنصر حسین تارڑ
۴۔ آج بھی اس دیس میں (۱۹۸۲ء) از محمّد حمزہ فاروقی
۵۔ اندلس کی تلاش (۱۹۸۸ء) از رفیق ڈوگر
۶۔ لندن سے غرناطہ (۱۹۹۴ء) از ڈاکٹر صہیب حسن
۷۔ اندلس میں چند روز (۱۹۹۳ء) از مولانا محمّد تقی عثمانی
۸۔ سفر نامۂ اندلس (۱۹۹۷ء) از ڈاکٹر رفیع الدّین ہاشمی
۹۔ غرناطہ کی خاموش اَذانیں (۱۹۹۶ء) از اے حمید

رفیع الدّین ہاشمی نے ان سفر ناموں کے علاوہ بھی متعدّد ایسے مضامین کا کھوج لگایا ہے، جو اندلس کی سفری روداد کے اظہار میں اس خطّۂ بے مثل کی اسلامی تاریخ کے کتنے ہی گوشے مُنوّر کرتے ہیں۔ انھوں نے بعض سفرناموں کا انفرادی اور بعض کا باہم تقابلی تجزیہ کیا ہے۔ ان میں پوشیدہ رویّوں، رجحانات اور مختلف طرز اظہار کی نشان دہی کی ہے۔ ان سفر ناموں

میں حال اور ماضی اور حقیقت و خواب کی مسافرت، ماضی کے انسان کی تلاش اور عظمتِ رفتہ پر غم گساری، قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہیں۔

تحریر کی تاثیر سے ایک کار آگاہ کے قلم کی فنی مہارت اور جذبۂ اسلامی کی امتزاجی شان کا اظہار ہوتا ہے۔

" پاکستان میں اقبالیاتی ادب (۱۹۴۷ء-۱۹۹۶ء) " اس عنوان کے تحت فاضل مضمون نگار نے انچاس سالہ دور میں منصۂ شہود پر آنے والے اقبالیاتی ادب کا دقتِ نظر سے جائزہ لیا ہے۔ اس سرمایہ اقبالیات میں اقبال کی نثر و شعری کتب؛ اردو انگریزی خطبات؛ اردو انگریزی خطوط، مضامین اور نوٹ بک؛ حصۂ شعر و نثر کے مقامی اور بین الاقوامی زبانوں میں تراجم؛ تشریحیں؛ تلاشِ ابیات پر کتاب؛ خطوط کے اشاریے؛ توضیحی کتابیاتِ اقبال؛ اقبال اور اقبالیات سے متعلق شخصیات پر کتب؛ اقبال کی سوانحی ذخیرے پر اہم مضامین؛ جدید نفسیات کی روشنی میں اقبال کی شخصیت کے مطالعے پر کتب؛ اقبال کے فن، فکر اور فلسفے کی تشریح و تعبیر اور تنقید و تجزیے پر مشتمل کتب؛ پی ایچ ڈی کی سطح پر پاکستانی جامعات میں اقبال پر ہونے والا کام؛ رسائل و جرائد کے اقبال نمبر اور اقبال کی شخصیت، فکر اور فلسفے سے متعلق مخالفانہ، معاندانہ بلکہ متعصّبانہ تحریرات کا جائزہ شامل ہے۔

مذکورہ مضمون میں فاضل محقق نے نہ صرف، ۱۹۴۷ء سے ۱۹۹۶ء تک، اقبال پر ہونے والے کام کو پیش کیا ہے بلکہ اس کا باریک بینی سے تجزیہ بھی کیا ہے اور سرمایے کے معیاری یا غیر معیاری ہونے پر بحث کی ہے۔ مضمون کی کمیّت و کیفیت محقق کے ماہر اقبالیات، ہونے پر دال ہے۔

کتاب کا آخری مضمون " اَذانِ اقبالیات، کلیساؤں کے شہر میں " ، بھی، اقبال سے ان کی گہری وابستگی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ مضمون ایک سمپوزیم کی روداد ہے۔ اس سمپوزیم کا موضوع (Iqbal and the Modern Era) (اقبال اور عہدِ جدید) تھا، یہ شہر گینٹ (Gent) میں منعقد ہوا۔ اس کا انعقاد یونی ورسٹی آف گینٹ بلجیئم اور اقبال فاؤنڈیشن یورپ نے مل کر کیا تھا۔ اس سمپوزیم میں نو ممالک سے ماہرین اقبالیات نے شرکت کی۔ شرکاء کی کل تعداد اٹھارہ تھی۔ پاکستان سے جن فضلائے کرام نے شرکت کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: محمد اکرام چغتائی، ڈاکٹر ایم اے تحسین فراقی، محمد سہیل عمر، خالد احمد، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر جاوید اقبال، ڈاکٹر وحید قریشی اور حکیم محمد سعید، تاہم آخر الذکر تین فضلاء اپنی دیگر